مخدوم اہل سنت

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی
(چیئرمین مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی، کراچی)

ادارہ مسعودیہ
۲/۶، ۵-ای، ناظم آباد کراچی (سندھ)
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

نام ________ مخدوم اہل سنت
تالیف ________ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی
مرتب ________ اقبال احمد اختر القادری
سنہ اشاعت ________ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء
طباعت ________ بارہ سو
مطبع ________ برکت پریس، کراچی
حروف سازی ________ جیلانی پرنٹ انٹر پرائزز، کراچی
ناشر ________ ادارۂ مسعودیہ، کراچی
ہدیہ ________

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ مسعودیہ: ۲/۲، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی۔فون نمبر ۳۶۶۱۴۷۴۷
۲۔ ضیاءالاسلام پبلی کیشنز: ضیاء منزل (شوگن مینشن) ایم اے جناح روڈ، عیدگاہ، کراچی
۳۔ مکتبہ غوثیہ ہول سیل: پرانی سبزی منڈی، محلّہ فرقان آباد، کراچی۔
۴۔ مکتبہ نعیمیہ: اردو بازار، لاہور
۵۔ ادارۂ مظہر اسلام: ۲۴/۳، نئی آبادی، مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

دنیا میں روز اول سے انسانوں کا آنا جانا لگا ہے۔لوگ آ آ کر جا رہے ہیں مگر کوئی کسی کو یاد نہیں کرتا، ہاں کچھ ایسی عبقری اور یگانۂ روزگار ہستیاں جلوہ گر ہوتی ہیں جو اپنے دامن میں علم و فضل کے ایسے ایسے گوہر رکھتی ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کی کرنوں سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ ان کی چمک دمک سے شعور و آگہی کو منزل عروج تک رسائی حاصل ہوتی ہے ...... وہ نہ خود بلکہ ان کی آغوش تربیت کے پروردہ بھی علم و عرفان کے نقیب ہوتے ہیں...... ان باکمال شخصیات کے افق پر عہد حاضر میں مخدوم اہلسنت حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ کی شخصیت بادل بن کر چھائی ہوئی ہے...... ان کا برق رفتار قلم عرب و عجم اور یورپ و افریقہ تک میں اپنا لوہا منوا کر اسلامی ادب و تحقیق کے پرچم نصب کر چکا ہے۔

پیش نظر رسالے میں انہیں اسلامی و ادبی اور تحقیقی خدمات کو ممتاز اہل علم کے تاثرات کی شکل میں جمع کر کے نہایت طریقے سے سجایا گیا ہے...... حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی زید مجدہ ان مقررین میں سے نہیں جو خطابت میں تو شعلہ بیاں ہوتے ہیں مگر تحریر کے میدان میں......!

موصوف کو اپنے والد ماجد علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ کی طرح تحریر و تقریر دونوں کا سلیقہ آتا ہے مولیٰ تعالیٰ اسے اور پروان چڑھائے (آمین)

پیش نظر رسالے کا مضمون علامہ موصوف نے حضرت مسعود ملت کے سانحۂ ارتحال پر ۲۰۰۸ء میں تحریر کیا تھا جو پاک و ہند کے متعدد رسائل میں شائع ہوا اور اب ادارۂ مسعودیہ، کراچی اسے الگ سے رسالے کی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل علامہ موصوف اور مرتّب برادرم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کو دارین کی دولت سے مالا مال فرمائے.....(آمین)

احقر

ابوالسرور محمد مسرور احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

مخدومِ اہلِ سنت

☆☆☆

بہار یونی ورسٹی، مظفر پور، بھارت کے شعبۂ اردو کے ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''ارباب نظر کا تقریباً متفقہ فیصلہ ہے کہ اچھی نثر کا لکھنا جتنا دشوار ہے، صاحب طرز ہونا اس کی بہ نسبت دشوار تر ہے، انہیں دشواریوں کی وجہ سے کسی زبان کے لکھنے والوں میں صاحبِ طرز ادیبوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ طرز یا اسلوب، تراوش قلم میں فن کار شخصیت کے رچاؤ کا نام ہے، یہ رچاؤ خود نہیں پیدا ہوتا، اس کے لیے منفرد مطمع نظر، فکر رسا اور پختگی مشق ضروری ہے۔ یہ تین عناصر کسی انشاء پرداز کو یگانہ و ممتاز بنانے کا سبب بن سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے مطابق ڈاکٹر مسعود احمد کی شخصیت میں یہ تینوں عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں اس لیے ان کو بلا تکلف ایک صاحبِ طرز ادیب کہا جا سکتا ہے۔ مجھے ان کے خیال سے کامل اتفاق ہے۔ ڈاکٹر (مسعود احمد) صاحب اپنے معاصر ادیبوں اور انشا پردازوں میں اپنے طرز تحریر کی انفرادیت کی بدولت

دور سے پہچان لیے جاتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

''ان (ڈاکٹر مسعود احمد) کی شخصیت، شاخ گل کی طرح لچک دار ہے، ان کا لہجہ مدھم، دل نشین اور شگفتہ ہے، بہتے ہوئے جھرنے کے مانند، سنکتی ہوئی بادِ نسیم کی طرح، جوت پھیلاتی ہوئی شمع فروزاں کی مانند اور چاندنی بکھیرتے ہوئے ماہ تاب کی طرح''

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو (ایم اے، پی ایچ ڈی (علیگ)، ڈی فل (آکسفورڈ) وائس چانسلر مظہر الحق عربک پرشین یو نیورسٹی، پٹنہ، بہار (بھارت) لکھتے ہیں:

''پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی کا شمار ان فضلا میں ہوتا ہے جو اپنی قابل قدر تصانیف اور اپنے دینی و علمی کارناموں کی وجہ سے دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے قدر دان اور ان کے معتقدین ہندوستان اور پاکستان ہی میں نہیں مشرق وسطی کے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں، جہاں مختلف موضوعات پر ان کی تصانیف شوق اور توجہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعدا سو سے زائد ہے جن میں چالیس کتابوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں شائع ہو کر مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں ان کے بزرگوں میں مولانا محمد مسعود شاہ (متوفی ۱۳۰۹ھ) نے مسجد فتح پوری دہلی میں ایک دینی مدرسہ اور دار الافتاء قائم کیا اور یہاں مسند رشد وہدایت بچھائی۔ وہ ۳۵ سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے اور مسند تبلیغ وارشاد پر فائز رہے۔ تیرہ

(۱۴) کتابیں ان کی تصانیف سے محفوظ ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے والد مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مظہر اللہ (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۲ھ/ ۱۸۸۶ء-۱۹۶۶ء) پاک وہند کے متبحر عالم، مقتدر مصنف اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور بزرگ تھے، جن کے دست حق پرست پر ہزاروں نے بیعت کی اور ان سے روحانی فیوض حاصل کیے۔ مسجد فتح پوری کی شاہی امامت وخطابت پر آپ تقریباً ستر (۷۰) سال فائز رہے۔ ان کی تصانیف میں پندرہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن میں دو کتابیں علم ہیئت وتوقیت کے فن پر ہیں جن کے جاننے والے علماء اب ہندو پاک میں خال خال ہیں۔

ڈاکٹر (مسعود احمد) صاحب کی پیدائش دہلی میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی، اٹھارہ سال تک ان کی تعلیم وتربیت ان کے والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی۔ اس عرصے میں وہ اپنے جد امجد کے قائم کردہ مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری میں وہاں کے اساتذہ کے مروجہ علوم عربیہ وفارسیہ کی تحصیل کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب سے علمی فیوض حاصل کرتے رہے۔

آپ نے اورینٹل کالج دہلی، ادارۂ شرعیہ دہلی میں بھی تعلیم حاصل کی اور مشرقی پنجاب یونی ورسٹی شملہ سے بھی آپ کا تعلق رہا جہاں سے آپ نے فاضل فارسی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں آپ حیدرآباد سندھ منتقل ہوگئے اور اعلیٰ تعلیم کی تکمیل پاکستان مین کی۔ آپ نے ۱۹۵۱ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے میٹرک ۱۹۵۶ء میں بی اے اور ۱۹۵۸ء میں سندھ یونی ورسٹی سے ایم اے کیا۔ ۱۹۷۱ء میں

سندھ یونی ورسٹی حیدرآباد ہی سے آپ نے اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر پر بہت پُر معلومات مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں مختلف علماء کرام اور یونی ورسٹی کے متعدد پروفیسروں کے نام ملتے ہیں جن میں ان کے والد محترم کے علاوہ سب سے اہم شخصیت پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی ہے جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے اس برّ اعظم میں استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنا مقالہ علمیہ آپ ہی کی نگرانی میں مرتب کیا۔ یہ مقاملہ ابھی تک میں نے نہیں دیکھا لیکن اس کے متعلق پروفیسر صاحب کی رائے میری نظر سے گزری ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''میری پوری مدت ملازمت میں وہ میرے سب سے بہتر شاگرد رہے ہیں۔ میں ان پر بجا طور پر فخر کرسکتا ہوں۔ ان جیسے باوقار، باکردار اور باصلاحیت طلبا موجودہ حالات میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ وہ ان محققین میں سے ہیں جن پر فضلا اعتماد کرسکتے ہیں اور جن پر کسی یونی ورسٹی کو فخر ہوسکتا ہے''

ان ہی کے بارے میں آپ یادگار خطوط (کراچی ۱۹۹۸ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے عزیز فاضل شاگرد اور مشہور مصنف ہیں۔ بہت کتابیں لکھی ہیں۔ مجھ سے بہت تعلق رکھتے ہیں۔ کئی کالجوں میں پرنسپل رہ چکے ہیں اور غالباً ڈپٹی (ایڈیشنل) سکریٹری محکمہ تعلیم کی حیثیت سے فارغ ہوئے ہیں''

پروفیسر وسیم بریلوی (ڈین فیکلٹی آف آرٹس، روہیل کھنڈ یونی ورسٹی، بریلی، بھارت)

لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مسعود احمد ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہی نہیں بلکہ دینی فکر ونظر کے معیار گر کہے جاسکتے ہیں، ان کے نثری کارنامے زیادہ تر مذہبی نکتہ سنجیوں سے وابستہ ہیں۔ مگر یہاں ان کی دور بیں فکر نے جو اعلیٰ تحقیقی پیمانے وضع کیے ہیں ان کے علمی تدبر کی غیر معمولی مثال پیش کرتے ہیں۔ ایسے دانش وَر کی شخصیت اور اس کی نثری کاوشوں کا تفصیلی جائزہ علمی دنیا کے لیے بشارت بے بہا سے کم نہیں''

ڈائرکٹر الرضا اسلامک اکیڈمی، بریلی، (بھارت) جناب ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی لکھتے ہیں:

''سچائی، خیر اور حسن کو محققانہ بصیرت، پاکیزہ زبانی اور شگفتہ بیانی کے ساتھ اجاگر کر کے انسان کو زندگی اور بندگی کا شعور و سلیقہ عطا کرتے ہوئے اسے انسانیت کے بام رفیع پر پہنچانے کا راستہ ہموار کر دینا ہی حقیقی علمی اور ادبی کارنامہ ہے۔ اردو زبان و ادب کی دنیا میں ایسے صاحبان علم و ادب و قلم کم ہی ملیں گے اور ان کم یاب اور کام یاب شخصیات میں ایک مشہور اور مستند و معتبر نام ہے عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا جو بیک وقت عالم دین، پروفیسر، دانش وَر، مفکر، محقق، ادیب و مصنف اور نقاد سبھی کچھ ہیں اور ان سب پر مستزاد وہ ہادی و مرشد بھی ہیں۔ انھوں نے اردو کو مذہبیات و مذہبی علوم و فنون، اخلاقیات، تاریخ، سیاست، عمرانیات، معاشیات اور شعر و ادب وغیر بھانت بھانت موضوعات کے جہانوں کی سیر کرائی ہے اور مختلف علوم و فنون کو تحقیق و تنقید کی نئی نئی جہتوں سے آشنا کیا ہے۔

محسن اعظم انسانیت، مصطفیٰ جان رحمت علیہ التحیۃ والثناء اور ان کے نائبین صحابہ، صلحا، اولیاء وعلماء کی سیرت وسوانح اور تقدیسی کارناموں پر قلم اٹھا کر مسلمانوں کو ان سے قریب کر دیا ہے۔ ادب کے صالح اور تقدیسی پہلو کو اجاگر کر کے ''ادب برائے ادب'' اور ''ادب برائے زندگی'' کے جلوے دکھائے ہیں۔ ان کے قلم حق وفیض رقم کا سب سے بڑا کمال ہے سر سید اور ان کے رفقا کے ایک ہم عصر عالم و فاضل، ادیب وشاعر اور مفکر و مصلح امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت، علم و فضل، عظمت وعبقریت اور تقدیسی کارناموں کو اجاگر کرنا، کہ جنہیں مخالفینِ امام احمد رضا نے دبانے، چھپانے اور مٹانے کی ان تھک کوشش کی اور زبان وادب کی تاریخ سے لے کر مذہبی، قومی، ملی وملکی تواریخ میں جگہ نہ دے کر جو ظلم کیا گیا، اس ظلم و بے عدلی کا پردہ قلم مسعود نے چاک کر کے امام احمد رضا کی سچائی، اچھائی اور بڑائی کے حقیقی جلوے دکھا کر مشاہیر زمانہ کو حیرت زدہ کر دیا اور سب کی آنکھیں کھول دیں''

ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مسعود احمد کی پیدائش ایک مشہور اور معروف ودینی خاندان حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی شاہی امام مسجد فتح پوری (دہلی) کے گھر میں جمادی الآخر ۱۳۴۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۰ء میں مسجد فتح پوری سے متصل محلے میں ہوئی۔ آپ والد ماجد کی طرف سے نسباً صدیقی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سید، مسلکاً حنفی۔ مشرباً نقش بندی مجددی ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے شریعت کے مطابق پیدائش کے فوراً بعد سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور

آپ کا نام محمد مسعود احمد رکھا اسی نام پر آپ کا عقیقہ ہوا۔ ڈاکٹر مسعود احمد کے نانا نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ" ان کی بیٹی کے ہاں ایک فرزند تولد ہوگا جو عالم اسلام میں نام پیدا کرے گا" وہ بیٹی ڈاکٹر مسعود احمد کی والدہ ماجدہ تھیں"

"ڈاکٹر مسعود احمد سخن آموزی کی منزل طے کرنے لگے تو والد گرامی نے اپنی تربیت وکفالت میں آپ کی تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن مجید خود انہوں نے آپ کو پڑھایا اور ابتدائی تعلیم اردو، فارسی، عربی سے بھی آراستہ وپیراستہ کیا۔ ۱۳ شوال المکرّم ۱۳۵۹ھ مطابق ۴ر نومبر ۱۹۴۰ء میں آپ کے جد امجد حضرت مفتی محمد مسعود علیہ الرحمہ کے قائم فرمودہ مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد جامع فتح پوری دہلی میں آپ کا داخلہ کرایا، آپ نے اس درس گاہ میں ۱۹۴۵ء تک پانچ سال علوم وفنون عربیہ وفارسیہ کی تحصیل کی، ساتھ ہی ساتھ آپ کے والد بزرگوار مسلسل آپ کو علوم عربیہ وفارسیہ کی تعلیم دیتے رہے اور اس کی تاکید فرماتے رہے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک اورینٹل کالج، دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں تقسیم ہند کے نتیجے میں ہونے والے خون ریز فسادات نے حالات کو زیروزبر کردیا جس کا اثر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے خاندان پر بھی ہوا۔ انہیں نازک حالات میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونی ورسٹی شملہ سے فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا۔ والدہ ماجد پہلے ہی ۲۰ر جون ۱۹۴۷ء کو انتقال فرماچکی تھیں، بڑے بھائی مولانا محمد منظور احمد علیہ الرحمہ، حیدرآباد سندھ (پاکستان) میں سخت علیل تھے۔ ان کی تیمار داری کے لیے ۱۹۴۸ء میں پاکستان جانا پڑا،

شفقت مادری سے تو محروم ہوگئے تھے، اب بظاہر شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ آپ کی پھوپھی حمیدہ بانو علیہا الرحمہ، بڑی ہمشیرہ فاطمہ بیگم مدظلہا اور برادر بزرگ علامہ مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ کی شفقتوں نے اپنے سایہ میں لے لیا اور علامہ مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ کی صحبت میں روحانی تربیت ہوتی رہی۔ کراچی میں آباد ہونے سے پہلے آپ پندرہ سال (۱۹۴۹ء تا ۱۹۶۴ء) حیدرآباد سندھ میں مقیم رہے۔ ۱۹۴۹ء میں بھائی کا بھی انتقال ہوگیا مگر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ہمت نہ ہاری اور استقامت سے تعلیم جاری رکھی البتہ حالات کے تقاضوں سے مجبور ہوکر عارضی طور پر تعلیم کا رخ بدل دیا''

''۱۹۵۱ء میں آپ نے پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسی سال لیو پولڈ اسد کی انگریزی کتاب کے بعض ابواب کا ''اسلام دوراہے پر'' کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر مسعود احمد نے بی اے کا امتحان پاس کیا، اساتذہ کرام آپ کی غیر معمولی ذہانت وقابلیت کے ہمیشہ معترف رہے، عربی وفارسی میں آپ نے جو صلاحیت واستعداد پیدا کی تھی وہ آپ کے آئندہ علمی کارناموں کی نبیاد اور مشعل راہ بنی۔ ۱۹۵۸ء میں سندھ یونی ورسٹی حیدرآباد سے ایم اے پاس کیا۔ علوم شرقیہ کے امتحانات نیز ایم اے اور ایم ایڈ کے امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل اور سلور میڈل سے نوازے گئے۔

ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنے علمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے پی ایچ ڈی کے لیے اردو زبان میں اپنا گراں قدر مقالہ ''اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر''

کے عنوان سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا، یہ مقالہ ٹائپ شدہ ۴۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۱ء میں سندھ یونی ورسٹی حیدر آباد سے اسی مقالے پر آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی''

''پروفیسر صاحب کی مقبولیت اور احترام جتنا کالج میں تھا اتنا ہی گھر میں اور رشتہ داروں میں بھی ہے۔ بعض لوگ عارضی وجاہت ظاہری رکھ رکھاؤ اور مصلحت پسندی کی وجہ سے ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن گھر والوں کی نظر میں ان کا وہ احترام نہیں ہوتا جو باہر ہوتا ہے، اس کی وجہ بالکل فطری ہے، وہ یہ ہے کہ جو باہر کے لوگوں سے محبت کا برتاؤ کرتے ہیں، گھر میں بچوں اور رشتہ داروں سے ان کا برتاؤ محبت کا نہیں ہوتا بلکہ ان پر برتری کا رعب جھاڑتے ہیں اسی وجہ سے ان کو اپنوں میں مقبولیت واحترام حاصل نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر مسعود احمد اس صفت میں ممتاز ہیں ان کو اپنے احباب واقربا سے یکساں عظمت واحترام حاصل ہے، غصہ وکینہ سے بالکل مبرا، آپ خلوص وکرم کا پیکر ہیں، آپ کو کسی نے اپنے تلامذہ اور اپنے ماتحتوں پر غصہ ہوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی اولاد، مریدین اور کسی قرابت دار یا کسی پر بھی۔ دراصل آپ کی تربیت کا انداز اتنا پیارا ہے کہ محبت وشفقت سے ہی غصہ کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ بہت سے لوگ رعب ڈال کر اور بے جا غصہ ہو کر اپنا اثر ڈالنا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب اس طرز کو پسند نہیں فرماتے وہ بڑی کامیابیوں سے غلطیوں کی اصلاح فرما دیتے ہیں''

''ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے سادگی کو اپنا شعار بنایا، وہ سید ھے

سادے کپڑے پہنتے ہیں اور زمین پر سوتے ہیں، زمین پر ہی علمی کام کرتے ہیں، گھر کا سودا سلف بھی کبھی کبھی خود لے آتے تھے، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں، خواہ غریب ہو یا امیر...... آنے والے خطوط کے خود جواب دیتے ہیں جو مسلسل آتے رہتے ہیں"

"تحریر وتقریر میں کبھی سہو ہو جائے تو اصرار نہیں کرتے اصلاح کر لیتے ہیں، وہ ہمیشہ اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کا درس دیتے ہیں"

"آپ دوسرے صفات حمیدہ کی طرح ظاہری حسن وجمال میں بھی ہزاروں میں ایک ہیں، قد میانہ، پیشانی چوڑی، آنکھیں بڑی بڑی، ناک لمبی کھڑی، چہرہ گول خوب رُو، رنگ گورا، بھنویں گھنی، گردن اونچی، ریش گھنے، سفید شلوار اور کرتا کبھی شیروانی، سر پر سیاہ قراقلی ٹوپی، سفید وسیاہ چشمہ، جلال وجمال کی کھلی ہوئی تفسیر، پروقار شخصیت"

"ڈاکٹر مسعود احمد کی تصنیفی زندگی کا آغاز ۱۹۵۱ء سے ہوا جواب تک جاری وساری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان موضوعات پر بھی تحقیقی کام کیا ہے جن پر کسی فاضل نے قلم نہیں اٹھایا تھا، یا لکھا تھا تو سرسری طور پر۔ آپ کی تصنیف وتالیف کا یہ علمی سرمایہ تاریخ علم وادب میں ایک گراں قدر سرمایہ ہے، اس کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی اولیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ وہ موضوعات وعنوانات جن پر آپ نے مقالات یا مضامین تحریر کیے ہیں ان میں قرآن، حدیث وفقہ، سوانح، سیرت اخلاقیات، ادب، شخصیات، تصوف، اقبالیات، فلسفہ، تاثرات، نفسیات، سیاست وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تعداد ۵۰۰ سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ تصنیفات وتالیفات کی تعداد بھی ایک سو (۱۰۰) سے

زیادہ ہے۔ مندرجہ بالا مضامین ومقالات کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کے دو تحقیقی مقالے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لاہور) اور دیگر دو اہم مقالوں کو ایران، اردن وغیرہ ممالک سے شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا میں جگہ دی گئی ہے"

"اس کے علاوہ مختلف کتابوں پر آپ کے تبصرے، پیش لفظ، مقدمے، تقاریظ، تاثرات اور پیغامات بھی شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام تحریری سرمایہ اور تحقیقی خزانہ ملکی وغیر ملکی مقتدر مشہور ومعرف رسائل وماہ ناموں اور اخبارات وغیرہ میں شائع ہو چکا ہے"

"ڈاکٹر مسعود احمد کو ماہر رضویات کہا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس لقب کے مستحق ہیں۔ انہوں نے امام احمد رضا کی حیات وشخصیت اور ان کے دینی وتجدیدی، روحانی، علمی، سیاسی، سماجی، اخلاقی، معاشی واقتصادی، سائنسی وفلسفیانہ اور فکری نیز ادبی کارناموں کو بہت ہی دانشورانہ انداز میں پیش کر کے عصر حاضر کے دانشوروں، دانش کدوں یہاں تک کہ امریکی اور یورپی دنیا کو جس طرح امام احمد رضا سے قریب کیا ہے اور ان کی عبقریت کو منوایا وہ ڈاکٹر صاحب کا قابل قدر کارنامہ ہے"

"ڈاکٹر مسعود احمد ڈاکٹر حسن رضا خاں کی کتاب "فقیہ اسلام" مطبوعہ ۱۹۸۵ء کراچی کے افتتاحیہ میں فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق وتدقیق کا مقتضی ہے اور الگ الگ مقالے کا محتاج ہے۔ راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ۱۴سال گزر چکے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ساحل سمندر تک رسائی نہیں ہو سکی۔ شناوری اور غواصی تو بہت دور کی بات ہے امام احمد رضا کی

شخصیت بزبان حال یہ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا کی شخصیت کا ہر پہلو ایک تحقیقی مقالے کا متقضی ہے۔ شخص واحد کے بس کی بات نہیں کہ وہ ایک کتاب میں تمام پہلو سمیٹ لے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کم از کم چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام میں نظر نہیں آتی۔ فکر ونظر اور علم ودانش میں وہ اپنے معاصرین پر بھاری نظر آتے ہیں۔ یہ حقائق دس سال تحقیق کے بعد معلوم ہوئے ورنہ خود راقم بھی بے خبر تھا۔''

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقاہت اور تبحر علمی کا اعتراف اور دنیائے اسلام کو ان سے متعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر مسعود احمد رقم طراز ہیں: امام احمد رضا دورِ آخر کے ایک عظیم فقیہ تھے۔ ان کی تحقیقات کے سامنے ان کے معاصر مفتیوں کے فتوے پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ ان کی علمی تحقیقات دیکھنے اور دکھانے کے لائق ہیں۔ ان کا مجموعہ فتاویٰ فقہی مسائل پر ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے اس خصوص میں وہ تنہا اپنے عصر پر بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ پاک و ہند حتیٰ کہ مشرقی اور مغربی ممالک کے لوگ بھی ان سے استفادہ کرتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال ان کی فقاہت کے دل سے قائل تھے۔ ان کے مخالفین بھی فقہ پر ان کی مہارت تسلیم کرتے تھے مثلاً مفتی محمد کفایت اللہ حکیم عبدالحئی رائے بریلوی، جناب محمد زکریا پشاوری دیوبندی وغیرہ علماء امام احمد رضا

کی فقاہت کے قائل تھے۔ علماء عرب وعجم کا تو ذکر ہی کیا ایک نہیں سیکڑوں امام احمد رضا کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ فقہ پر جس قدر عبور ہوگا بدعات ومنکرات سے اسی قدر نفور ہوگا۔

احقر نے متعدد فتاوے مطالعہ کیے بعض فتوے تو اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کہے جاسکتے ہیں جن میں بیک وقت ڈیڑھ ڈیڑھ سو مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے ...... فتاوٰی رضویہ کے مطالعہ سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی حیرت انگیز قوتِ مطالعہ، قوتِ حافظہ، قوتِ استدلال واستخراج اور قوت بیان وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے جس کا اعتراف علمائے حرمین شریفین نے بھی کیا ہے ...... امام احمد رضا کے ہاں ساری دنیا سے استفتاء اس قدر آتے کہ کسی ایک مفتی کے پاس اتنی تعداد میں فتوے آتے نہ سنے ایک وقت میں پانچ سو استفتاء جمع ہو جایا کرتے ...... اللہ تعالیٰ نے اسی برصغیر میں اس مسلک کے احیا اور حفاظت کے لیے امام احمد رضا جیسے محدث اور فقیہ کو پیدا فرمایا جن کے متعلق عرب وعجم کے علماء وفضلا کا خیال ہے کہ آپ اپنے وقت کے ابوحنیفہ ثانی تھے۔"

نبیرۂ اعلیٰ حضرت الحاج محمد تسلیم رضا خاں سپاس نامہ میں لکھتے ہیں:

"عالم اسلام کو رضویات کے اسرار ورموز سے آشنا کرنے والے صاحب علم وقلم وتحقیق ماہر رضویات مسعود ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی آستانہ عالیہ رضویہ پر آمد مسعود اور ہم عاشقان رضا کے درمیان جلوہ گری پر مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں ...... مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ آپ

ہی کا حصہ ہے۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہے۔

یہ درد عطا تب ہوتا ہے
جب خاص عنایت ہوتی ہے

جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف کے سپاس نامہ میں درج ہے:

''پس جب تک امام احمد رضا قدس سرہ کی یاد باقی رہے گی اس گراں مایہ تحقیق کے صدقے ڈاکٹر موصوف کی بھی یاد باقی رہے گی اور بلاشبہ جس طرح امام احمد رضا کی ذات لاجواب ہے اسی طرح ان کی ذات پر ریسرچ کرنے والے پروفیسر موصوف کی بھی لاجواب ہے کہ انہوں نے اپنا پورا وجود خدمت رضا کے لیے وقف کر دیا ہے۔ ہم غلامان رضا ڈاکٹر موصوف کی اس تحقیق بلیغ کے لیے تہہ دل سے ممنون ومشکور ہیں۔''

ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر مسعود احمد کے افکار ونظریات پر ان کے والد ماجد مفتی مظہر اللہ صاحب، شیخ سرہند، امام احمد رضا بریلوی، ڈاکٹر اقبال اور استاد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا اثر گہرا ہے اور ان ہی اثرات نے ان کے طرز تحریر کو جدا گانہ رنگ عطا کیا ہے۔ علمی اور تحقیقی مضامین میں تشریح وتوضیح اور استدلال کا انداز امام احمد رضا سے ملتا ہے تو متصوفانہ مضامین میں طرز تحریر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ سے متاثر نظر آتا ہے اور اس میں مستی وکیف شیخ سرہندی کے تصوف کی ہوتی ہے اور بلاغت ومعنی آفرینی اقبال کے طرز کی اور تدبر ووقار مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کا ہوتا ہے جو روح کی طرح ان کی نگارشات میں سمایا ہوا ہے لیکن ان کا ادبی انداز خود ان کا اپنا

مخصوص انداز ہے

''ڈاکٹر مسعود احمد کا اسلوب اور انداز بیان موضوع اور موقع محل کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے لیکن جو بات قدر مشترک رہتی ہے وہ لطف مطالعہ کی کیفیت اور تحریر کی دل کشی ...... لہٰذا وہ فقہ و تفسیر، حدیث اور قرآن وغیرہ سے متعلق موضوعات و مضامین پر قلم اٹھاتے ہیں تو ہر موضوع کا فطری اسلوب اپناتے ہیں لیکن جہاں خیالات کے اظہار کا موقع میسر آتا ہے وہاں تحریر کی دل کشی چمک اٹھتی ہے اور ادب و انشاء کے جلوے دکھانے سے باز نہیں آتے''

''روز مرہ اور گرد و پیش کی زندگی سے ڈاکٹر مسعود احمد نے فن انشائیہ کو آراستہ کیا ہے ان کے انشائیوں میں زندگی اور سماج کی تنقید ایک غالب رجحان کی حیثیت رکھتی ہے ان کے یہاں مزاح کی کمی ہے البتہ طنز کا بڑا لطیف انداز موجود ہے، ان کے انشائیے دھنک رنگ ہوتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ ابتداء سے انتہا تک قاری کی دل چسپی بر قرار رہتی ہے۔ ان کے فن میں بڑی پختگی ہے، کتاب ''موجِ خیال'' ڈاکٹر مسعود احمد کی نثر اور ان کے خیال کا ایک نگار خانہ ہے، بھانت بھانت کے سیاسی، سماجی، اخلاقی مضامین و موضوعات کو جس طرح ڈاکٹر مسعود احمد نے پیش کیا ہے وہ ان کی مفکرانہ شان کا غماز ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر مسعود احمد کی نثر نگاری خصوصاً ان کی انشائیہ نگاری کا بہت ہی اچھا نمونہ ہے''

''ڈاکٹر مسعود احمد نے سیاست، سماج، مذہب، ادب اور نہ جانے کن کن موضوعات پر مضامین قلم بند کیے ہیں اور ہر مضمون میں وضاحت،

صفائی استدلال اور سلیقہ مندی کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی خوبیاں موجود ہیں یہاں پر مضمون نگاری سے مراد یہ ہے کہ بات میں بات پیدا کرنا یا کسی موضوع پر مضمون نگاری کے جلوے دکھانا ہے۔ حالاں کہ اس طرح کی مضمون نگاری میں پھیلاؤ اور عبارت آرائی ناگزیر ہے مگر ڈاکٹر صاحب ایسے موقع پر ایجاز و بلاغت کو مدنظر رکھتے ہیں وہ مضمون کو پھیلاتے ہیں مگر سلیقہ مندی، استدلال اور منطقی انداز کو برقرار رکھتے ہیں اور تحریر کی دل کشی و نورانیت کی ایسی لہریں اور کرنیں پھیلاتے اور بکھیرتے چلے جاتے ہیں کہ شبہات کی تیرگی کٹتی چلی جاتی ہے اور ذہن و دماغ میں خیال اپنی روشنی لے کر اتر جاتا ہے''

''ڈاکٹر مسعود احمد کا شمار بھی ایسے باکمال مصنفین میں ہوتا ہے جن کی اسلوبی انفرادیت تمام تصانیف میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نثر اردو کے خارجی اجزاء پر عالمانہ اور فن کارانہ دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم و جلیل تہہ دار متنوع اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نثری اسلوب اردو ادب میں منفرد اور یکتا نظر آتا ہے۔ انہوں نے ہر جگہ الفاظ کی نشست و برخاست اور حسن استعمال، فقروں اور جملوں کی ترکیب و ترتیب اور ان کے درمیان فن کارانہ ربط و ہم آہنگی اور توازن، موضوع کی وضاعت، کے لیے منطقی استدلال کا لحاظ رکھا ہے''

ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے جن شخصیات کے بارے میں اپنی نگارشات یادگار بنائی ہیں ان کا شمار کچھ یوں ہے:

''(۱) رسولِ کریم حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
(۴) امام ابوحنیفہ (۵) سید علی ہمدانی (۶) شاہ محمد غوث گوالیاری
(۷) جمال الدین بانسوی الخطیب (۸) شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
(۹) خواجہ عبید اللہ (۱۰) خواجہ عبد اللہ (۱۱) حضرت خواجہ محمد زمان،
لواری شریف (۱۲) شاہ عبد الطیف بھٹائی (۱۳) قاضی احمد دمائی
(۱۴) سید امام علی شاہ (۱۵) سید صادق علی شاہ (۱۶) شاہ محمد مسعود
دہلوی (۱۷) علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۸) پیر مہر علی شاہ گولڑوی
(۱۹) آقائے سرہندی (۲۰) میر سید علی غمگین (۲۱) امام احمد رضا
محدث بریلوی (۲۲) شاہ محمد رکن الدین الوری (۲۳) مولانا
عبدالقادر بدایونی (۲۴) شاہ ابوالخیر دہلوی (۲۵) پیر جماعت علی شاہ
(۲۶) مولانا عبدالقدیر بدایونی (۲۷) مولانا محمد عبد العلیم صدیقی
(۲۸) مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (۲۹) مفتی محمد برہان الحق جبل
پوری (۳۰) مولانا محمد ظفر الدین رضوی (۳۱) مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی
(۳۲) علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی (۳۳) علامہ غلام جیلانی میرٹھی
(۳۴) علامہ محمد شفیع اوکاڑوی (۳۵) مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
(۳۶) مفتی تقدس علی خاں (۳۷) مفتی محمد محمود الوری (۳۸) ڈاکٹر محمد اقبال
(۳۹) بابائے اردو مولوی عبد الحق (۴۰) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
(۴۱) عبدالمجید مجیدی (۴۲) عبدالواحد یکتا دہلوی (۴۳) عبدالرشید خاں
لائق (۴۴) علامہ شمس بریلوی (۴۵) مولانا منور احمد (۴۶) مولانا
منظور احمد وغیرہ وغیرہ۔

'' ڈاکٹر مسعود احمد نے ۱۹۵۶ء میں اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ

محمد مظہر اللہ صاحب نقش بندی مجددی سے شرف بیعت حاصل کیا۔
آپ کو سلسلہ نقش بندیہ میں مفتی محمد محمود الوری علیہ الرحمہ سے خلافت
واجازت حاصل ہے۔ سلسلہ قادریہ میں خواجہ سید زین العابدین شاہ
گیلانی (نورائی شریف سندھ) سے اجازت حاصل ہے اور سلسلہ
چشتیہ میں حکیم سید اکرام حسین سیکری سے عملیات کی اجازت ہے۔
سلسلہ نقش بندیہ مجددیہ کے معرف شیخ خواجہ محمد صادق (اگھار شریف،
کوٹلی، آزاد کشمیر) سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت ہے۔ اس
کے علاوہ سید محمد علوی مالکی (مکہ معظمہ) نے ۱۹۹۲ء میں مدینہ منورہ میں
خرقۂ لباس عطا فرمایا جوان کے خاندان میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم
سے چلا آرہا ہے۔"

ڈاکٹر مسعود احمد کا نکاح ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۶۴ء
کو کراچی (پاکستان) میں سیدہ نعیمہ بیگم بنت سید مظہر علی مرحوم سے مسجد
طیبہ، کراچی میں نہایت تزک واحتشام کے ساتھ ہوا"

"ڈاکٹر مسعود احمد کے یہاں سب سے پہلے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ/
۱۴ جولائی ۱۹۶۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام آپ نے کوکب
جہاں رکھا اس کے بعد ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ/ ۴ نومبر ۱۹۶۸ء کو
دوسری صاحب زادی ثروت جہاں تولد ہوئیں۔ ۱۳۹۱ھ/ ۱۱ دسمبر
۱۹۷۰ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے صدقے میں اولاد نرینہ
سے آپ کو سرفراز فرمایا جس کا نام آپ نے محمد مسرور احمد رکھا پھر
آخری لڑکی سعدیہ بیگم ۳ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ/ ۵ فروری ۱۹۷۵ء کو
پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چاروں اولاد بہ حیات ہیں اور

زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر گوناگوں خوبیوں کے مالک بن چکے ہیں۔"

یہاں تک اس تحریر میں شامل تمام متن اس فقیر (کوکب نورانی) نے جناب ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی کے مقالہ ڈاکٹریٹ "پروفیسر محمد مسعود احمد حیات، علمی اور ادبی خدمات سے نقل کیا ہے۔

"معلم" اور "مسعود" ہم عدد لفظ ہیں۔ ممدوح گرامی فی الواقع اسم بامسمی تھے۔ سعادتوں ہی سے انہیں شغف رہا۔ ان کی زندگی کتاب وقلم اور علم وعمل سے عبارت ہے۔ حروف کے مخارج ان کی گفتار میں واضح محسوس کیے جاسکتے تھے۔ آواز میں دلّی والوں کی سی کھنک اور لہجے میں صوفیوں کی سی دھمک تھی۔ تحریر میں ان کا اپنا سلوب تھا مگر تحریر ہو یا تقریر، وہ اعتماد اور یقین سے کہنے لکھنے والے تھے۔ ہر تحریر کو محفوظ رکھنا بھی ان کا ایک وصف تھا۔

اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھتے ہوئے ان پر رضویات نے کتنے باب وا کیے ہوں گے۔ انہیں ماہر رضویات مانا گیا، رضویات کے ساتھ ان کا ذکر وحوالہ گویا لازم ہوگیا۔ اعلیحضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ پر ان کی وقیع نگارشات کی وجہ سے ہر سنی انہیں محترم رکھتا۔ ان کی تحریروں کی اشاعت سمتوں میں ہونے لگی۔

ادارۂ مسعودیہ کے زیر اہتمام ان کے مختصر کتابچوں کی اشاعت ہوئی تو انہیں ۔طالبان علم تک رسائی دی گئی، اہل علم کو خطیر رقم کی کتب مفت فراہم کی گئیں۔

قریباً تین دہائیاں رضویات پر کام کرتے رہے اس کے بعد انہوں نے

"جہان امام ربانی"

کے عنوان سے مجدد الف ثانی حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھی گئی بکھری تحریروں کو جمع کیا اور پندرہ ضخیم جلدیں شائع کیں اور وہ بھی اہل علم اور طالبان علم تک پہنچانے میں جس کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا وہ

مخدوم اہل سنت

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

(چیئرمین مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی، کراچی)

ادارۂ مسعودیہ، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

IDARA-I-MAS'UDIA

6/2, 5-E, NAZIMABAD, Karachi (Sindh)
(Islamic Republic of Pakistan)
1431 / 2010